پسندیدہ علوم وہ ہیں جن سے دنیاوی امور کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں جیسے علمِ طب اور حساب وغیرہ اور پھر ان علوم میں بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا افضل ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان کی تحصیل ضروری نہیں ہے۔

مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فرض کفایہ وہ علوم ہیں جن کے ہم دنیاوی زندگی اور کاروبار کے قائم اور باقی رکھنے میں محتاج ہیں۔ جیسے علمِ طب۔ علمِ حساب کاشتکاری، باغبانی۔ پارچہ بافی اور دوسرے صنعتی علوم۔

وہ علوم جن کا حاصل کرنا اگرچہ فرض نہیں ہے مگر افضل ضرور ہے جیسے علمِ حساب و علمِ طب وغیرہ میں تخصص و تحقیق کہ اس کے بغیر انسان زندگی تو ضرور گذار سکتا ہے لیکن اس سے بہرہ مند ہونے کے بعد مزید خوشگوار نتائج سامنے آجاتے ہیں۔

مباح علوم کے ذیل میں شعر و ادب جو فحاشی پر مبنی نہ ہو اور علوم تاریخ وغیرہ آتے ہیں۔ اور ناپسندیدہ علوم میں سحر شعبدہ بازی وغیرہ شامل ہیں۔ (احیاء العلوم اوّل)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں۔ جو علم سب میں افضل ٹھہرا تو اس کی تحصیل بھی سب سے افضل ہوگی نیز دوسروں کو اس سے بہرہ مند کرنا بھی سب سے افضل نیکی شمار ہوگی۔ انسان کی پیدائش کے مقاصد دین اور دنیا دونوں کے مجموعہ پر مشتمل ہیں کیونکہ دین کا نظام جب تک دنیاوی نظام نہ ہو قائم نہیں ہو سکتا اور دنیاوی معاملات کا انتظام انسانوں کے کاموں اور مشاغل (پیشوں) پر موقوف ہے انسانی پیشے تین قسم کے ہیں۔

ایسے پیشے جو انسانی زیست کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں وہ چار ہیں :-

۱۔ زراعت ۲۔ پارچہ بافی ۳۔ عمارت سازی اور ۴۔ خاندان و ملک کے انتظام اور اسبابِ معیشت کی فراہمی نیز ان کی حفاظت کے لئے سیاست۔

دوسری قسم کے پیشے وہ ہیں جو پہلی قسم کے پیشوں کے لئے معاون کا درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے

طباخی و خیاطی تیسری قسم میں وہ پیشے آتے ہیں جو فنی کہے جا سکتے ہیں۔

ان سب میں سے پہلی قسم کے پیشوں کو فضیلت حاصل ہے خاص طور پر علم سیاست کی فضیلت زیادہ ہے کہ اس سے نظم و ضبط کا وجود عمل میں آتا ہے اور اس کے ذریعے سے مخلوق کی اصلاح کی جاتی ہے اور انھیں حق (فلاح) کی راہ دکھائی جاتی ہے۔

علم دین اور مذکورہ علوم کی تحصیل کرنے والوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ایک جگہ امام رازی نے لکھا ہے علم دین حاصل کرنے والوں کی مثال ان مجاہدوں کی سی ہے جو جہاد کے میدانوں میں اپنا سر ہتھیلی پر لئے دین کی حمایت میں لڑ رہے ہیں اور دوسرے علوم کو حاصل کرنے والوں کی مثال فوج کے ان دستوں کی سی ہے جو سرحد کی حفاظت کے لئے متعین ہوتے ہیں۔

(احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۹۵)

مفتی صاحبؒ کی ایک ریڈیائی تقریر

# رسولِ خدا کا کردار و اخلاق

دنیا وجود میں آئی تو اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پاکیزہ اور بلند کردار بندے بھی بھیجے۔ انھیں ہستیوں کو پیغمبر اور نبی و رسول کہا جاتا ہے۔ یہ برگزیدہ انسان خدا کی تعلیم اور منشار کو دوسرے انسانوں تک پہنچانے کا اہم اور نازک فرض انجام دیتے ہیں۔ دنیا میں نیکی اور پاکیزگی کی جو شعاعیں پھیلی ہوئی ہیں وہ اللہ تعالٰی کے انہی بھیجے ہوئے رسولوں کا صدقہ ہے۔ فلسفیوں اور دانشوروں نے اپنی قوتِ فکر اور عقلِ رسا سے اگرچہ انسانی زندگی کی بڑی بڑی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کی ہے، مگر حق یہ ہے کہ وہ اعلٰی اخلاق و کردار اور انسانیت کے نظامِ رشد و ہدایت کا کوئی عملی نقشہ اس لئے پیش نہیں کر سکے کہ ان کی نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے جوشِ عمل اور حسنِ کردار کا کوئی قابلِ ذکر نمونہ نہیں تھا۔ فکری حیثیت سے نہیں عملی حیثیت سے کائناتِ انسانی کے سرمایہ میں کامیاب اور پرمسرت زندگی کے جو اثرات و نتائج پائے جاتے ہیں وہ اسی مقدس گروہ کی جدوجہد کی برکتیں ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کی اس جماعت کے سردار ہیں اس لئے قدرتی طور پر آپؐ کے کردار اور حسنِ عمل کا قالب بھی نہ صرف دل آویز و مکمل ہے بلکہ انسانی فطرت کے جلوۂ صد رنگ کا عجیب و غریب مظہر ہے۔ آیئے یومِ ولادت کی تقریب کی ان متبرک اور نورانی ساعتوں میں حضورؐ کے پیغمبرانہ اخلاق و کردار پر ایک ہلکی سی نظر ڈالیں۔

حضورؐ کی شخصیت میں ہم کو بے مثال جامعیت اور ہمہ گیری ملتی ہے۔ اور آپؐ کی سیرت میں زندگی اور اس کی ضرورتوں کے تمام ہی گوشے ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی زندگی میں ظلم و جبر کے پہاڑ بھی ٹوٹے، آزمائشوں اور مصیبتوں کی آندھیاں بھی آئیں، ناکامیوں کا اندھیرا بھی چھایا اور فتح مندیوں کے شادیانے بھی بجے، جنگیں بھی لڑیں اور صلح و سلام کے عہد نامے بھی کئے، دن دن بھر روزے بھی رکھے اور رات رات بھر نمازیں بھی پڑھیں۔ غارِ حرا میں خلوت گزیں بھی رہے

اور بڑی بڑی سیاسی گتھیاں بھی سلجھائیں، خانگی زندگی کا بھی لطف اٹھایا اور حق کے ہادی اور مبلغ کا بھی فرض انجام دیا۔ کہاں نرمی سے کام لینا چاہیئے کہاں سختی سے، اس کے موقع محل کی پہچان بھی حضورؐ کو ایسی تھی کہ تاریخ عالم کی بڑی بڑی شخصیتوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جہاں حدودِ الٰہی کی حفاظت کا مرحلہ ہوتا ان کی حفاظت کے لئے فولاد سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے اور جہاں اپنی ذات کا سوال ہوتا ریشم سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے۔ ایک دفعہ مسجدِ نبوی میں ایک ان پڑھ گاؤں کا آدمی آیا، اسے پیشاب کی ضرورت ہوئی تو وہیں مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہؓ نے یہ دیکھا تو چاروں طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے آپؐ نے ان کو سختی سے روکا اور فرمایا "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" یعنی تم نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو سختی اور درشتی کے لئے نہیں۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اس کو پانی سے بہا دو۔ اس کے بعد آپؐ نے اس بدوی کو بلا کر سمجھایا کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے یہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ آپؐ نے عام لوگوں کو زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا جس کے معنی یہ تھے کہ اپنی کمائی کا کچھ حصہ ضرورت مندوں کو دے کر خدا کا حق ادا کیا جائے مگر خود آپؐ کا عمل یہ تھا کہ جو آیا خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ سب سے زیادہ سخاوت ماہِ رمضان المبارک میں فرمایا کرتے تھے۔ اور آپؐ نے تمام عمر کسی سوال کے جواب میں "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا۔ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں رات کو آپؐ کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہا تھا، راہ چلتے آپؐ نے فرمایا: ابوذر! اگر اُحد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی رہے۔ آپؐ نے زہد و قناعت کی تعلیم بھی ایک خاص متوازن قالب میں دی۔ ساتھ ہی آپؐ کے طرزِ زندگی کا عملی نقشہ یہ تھا، رہائش کے لئے ایک حجرہ جس میں کچی دیوار اور کھجور کے پتوں اور اونٹ کے بالوں کی چھت تھی۔ آپؐ اکثر فرماتے کہ انسان کے لئے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کے لئے زادِ راہ، اس قول کے ساتھ عمل مبارک یہ تھا کہ ایک دفعہ کچھ خدام حاضرِ خدمت ہوئے تو دیکھا کہ دونوں جہان کے سردار کے پہلو میں چٹائی کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ جاں نثاروں نے عرض کیا حضورؐ! ہم ایک نرم

گدا بناکر حاضر کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: مجھ کو دنیا سے کیا غرض، مجھے تو دنیا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا اُس سوار کو جو راستہ چلتے کچھ دیر کے لئے کسی سایہ میں آرام کرتا ہے۔

حضورؐ نے ساری عمر کسی سے بدزبانی نہیں کی، مدت العمر کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا، کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا مگر سوال کی عادت کو اچھا بھی نہیں جانا، آپ کی تعلیم یہ تھی کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد لائے اور اس کو بیچ کر گزارہ کرے تو یہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی نے حضورؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے؟ اس شخص نے جواب دیا ایک چادر ہے جسے آدھا بچھاتا ہوں اور آدھا اوڑھتا ہوں اور پانی پینے کا ایک پیالہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ لے آئے تو حاضرین سے فرمایا: کتنے میں خریدتے ہو۔ دونوں چیزوں کے دو درہم وصول ہوئے۔ ارشاد ہوا۔ ایک درہم کا کھانے پینے کا سامان گھر پہنچا دو اور ایک درہم کی رسی خرید دو اور جنگل سے لکڑیاں باندھ کر لاؤ اور انھیں فروخت کرو۔ دو ہفتے کے بعد یہ صحابی جب دوبارہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب میرے پاس دس درہم ہیں تو حضورؐ نے فرمایا: سوچو یہ اچھا ہے یا وہ اچھا تھا کہ قیامت کے دن اُٹھتے تو گدائی کا داغ چہرے پر لگا ہوتا۔ حضورؐ جب کسی سے بیعت لیتے تھے تو دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی فرماتے تھے "لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا" ایک دفعہ ایک صحابی حکیم بن حزام سے فرمایا "حکیم! استغنا میں برکت ہے اور حرص وطمع میں محرومی، حرص وطمع کی مثال ایسی ہے کہ کوئی کھائے چلا جائے اور کسی طرح اُس کا پیٹ نہ بھرے۔ یاد رکھو دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے سب مل کر کام کرتے تو حضورؐ ان کے ساتھ برابر کے شریک رہتے تھے، یہاں تک کہ حضورؐ کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ خود سوار ہوں اور ساتھی پیدل چلیں۔ ایک مہم میں سواریوں کی کمی تھی۔ طے پایا کہ تین آدمی باری باری ایک اونٹ کی سواری لیں حضورؐ نے اپنے ساتھ بھی دو آدمیوں کو شریک کیا، جب ان لوگوں کی باری آئی تو انھوں نے اپنی باری چھوڑنی چاہی، حضورؐ نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا نہیں چل سکتے اور میں ثواب کا بھی تم سے کم حاجت مند نہیں ہوں۔ اللہ کو وہ شخص

بُرا لگتا ہے جو ہمراہیوں میں نمایاں ہونے اور ممتاز بننے کی کوشش کرے۔ ایک دفعہ حضورؐ وضو فرما رہے تھے۔ بعض صحابہ نے یہ کیا کہ وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیا۔ اپنے ہاتھوں میں لے کر منہ پر مَل لیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا کر رہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت حاصل کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ ارشاد ہوا، اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں سچ بولا کرو امین بنو اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو، اللہ اور اس کے رسول کی محبت حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے۔

دراصل یہی وہ عظیم الشان اسلوبِ تعلیم و تربیت ہے جس کے طفیل اصحابِ کرام کی ایسی سوسائٹی وجود میں آئی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایک مختصر سی مدت میں لاکھوں جاں نثار آپؐ کے اخلاقی کمالات کے امین بن گئے اور دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ تعلیم و تربیت کے اصول کا جو نقشہ آپؐ نے بنایا تھا اُس پر کتنی پاکیزہ اور کتنی دلکش زندگی بنتی ہے۔ اندازِ تربیت کا ایک اور رُخ بھی دیکھتے چلئے! اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو عزم و استقلال اور صبر و رضا کا پیکر بنایا تھا۔ قیامِ مکہ کے یاس انگیز دور میں حالات کی تلخیوں اور ناگواریوں کے اثر سے بعض ساتھیوں کی زبان پر کچھ مایوسی کے الفاظ آگئے۔ یہ الفاظ سُن کر حضورؐ کا چہرۂ انور غصہ سے سُرخ ہوگیا۔ فرمایا: کیا کہتے ہو تم سے پہلے ایسے بھی حق پرست گزرے ہیں جن کو آروں سے چیرا گیا اور ان کی کھالیں نوچی گئی ہیں، یقین کرو حق ایک دن کامیاب ہوگا اور صنعا اور حضرموت کے درمیان کا سارا پُرخطر راستہ ایک شخص تنِ تنہا اس طرح طے کرے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی کا کوئی خوف نہ ہوگا ۔

بے شمار درود و سلام اُس ذاتِ گرامی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

وہ دانائے سُبل ختم الرسلؐ مولائے کُل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

۸ ستمبر ۱۹۶۰ء

مفتی صاحبؒ کی ———— ایک اور نشری تقریر

# شبِ براَت کی اہمیّت

آج شعبان کی پندرہ تاریخ ہے۔ اس مہینہ کی پندرھویں رات کو "شب براَت" کہا جاتا ہے یعنی معصیتوں اور گناہوں سے چھٹکارا پانے اور بے تعلق و بے زار ہونے کی رات۔ یہ رات مجرموں کی رہائی اور گنہگاروں کی معافی کے لئے خاص طور پر چُنی گئی ہے اس لئے اِس کا نام لیلۃ البراَت ہے۔ اِسی رات میں قضا و قدر کے حکیمانہ فیصلوں کا بندوبست ہوتا ہے، جن کی مصدقہ نقل لوحِ محفوظ سے لے کر شعبۂ تکوینیات کے فرشتوں کے حوالے کردی جاتی ہے اور پھر آنے والی عظیم الشان رات "شبِ قدر" تک ان تمام فیصلوں کی آخری تکمیل ہوتی ہے۔ یہ رات آگئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دلوں کو زندگی اور روحوں کو بالیدگی بخشنے والے دستور العمل "قرآن مجید" کی سالگرہ کا مقدس مہینہ "رمضان المبارک" آگیا اور اس کی برکتوں اور عظمتوں کی صبح نمودار ہوگئی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیئے کہ ظلمتِ شب کے پردے چاک ہوگئے اور اب تھوڑی ہی دیر میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے آفتاب کی کرنیں چمکنے والی ہیں جس کا اثر قدرتی طور پر یہ ہوگا کہ نفسانی خواہشیں روحانیت کی گرفت میں آجائیں گی۔ مادّی جذبات کی کثافتوں کو رُوحانی لطافتوں کی طاقت سے روند دیا جائیگا اور زندگی کے معمولات میں ایک لطیف قسم کی پاکی اور نفیس قسم کا ہلکا پن محسوس ہونے لگے گا، یہاں تک کہ اس عالمِ ناسوت ہی میں عالمِ ملکوت کی جھلک نظر آجائے گی۔ جہاں تک اِس رات کے فضائل و برکات کا تعلق ہے آنحضرتؐ کے ارشادات میں ان کا بیان مختلف طریقوں سے آیا ہے۔ مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضورؐ نے خطبہ میں اعلان فرمایا: لوگو! شعبان کا روزہ رکھ کر اپنے جسموں کے قالب کو رمضان المبارک کے روزوں کیلئے ہموار اور صاف ستھرا کرلو۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت اُسامہؓ کا بیان ہے، کہتے ہیں میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: حضورؐ جتنے روزے شعبان میں رکھتے ہیں کسی مہینہ میں نہیں رکھتے ارشاد ہوا اسامہ! یہ بڑا مبارک مہینہ ہے جس کو رجب المرجب اور رمضان المبارک کے درمیان میں رکھا گیا ہے۔ اس میں انسانوں کے اعمال نامے پروردگارِ عالم کے حُضور